JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Khawar Nawazish
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 300 9561745

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
khawarnawazish@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 39, Issue No.02

TITLE OF THE PAPER

بلوچستان میں اُردو کا پہلا افسانہ: ردِ استعماری مطالعہ

AUTHOR(S)

*Abid Hussain
PhD Scholar, Department of Urdu
National University of Modern Languages, Islamabad

**Dr. Abid Hussain Sial
Professor, Department of Urdu
National University of Modern Languages, Islamabad

CONTACT
khanabadosh81@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on: 15-09-2023
Accepted on: 27-12-2023
Published on: 31-12-2023

DETAIL(S)

Volume No. 39, Issue No. 02, Page No: 65-77
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2023. ©Journal of Research (Urdu) 2023.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

*عابد حسین، **ڈاکٹر عابد حسین سیال

بلوچستان میں اُردو کا پہلا افسانہ: ردِ استعماری مطالعہ

Anti Imperial Study of first ever Urdu short story in Balochistan

ABSTRACT

The trend of anti-imperial studies is found in Urdu to some extent in the context of post-colonialism, but with special reference to Balochistan, it is still an undiscovered topic. No such work has been done at the theoretical level in Balochistan so far. While the creation of Urdu fiction here is about a hundred years old. During this time, about two dozen novels and dozens of fiction collections have been published here. This creative work has so far not been seen in the background of any theoretical discourse or theory. However, Yusuf Aziz Magsi is considered to be the first Urdu fiction writer in Balochistan. During the 1920s and 1930s, he resisted the imperial forces in Balochistan practically and penically. He is one of the first leaders who started pen struggle in Balochistan. Condemnation and resistance against every form of imperialism is found in his writings. In the said article, an attempt has been made to explore this element in Baluchistan's first Legendary Urdu short story.

KEYWORDS

Imperial, Anti imperial, Balochistan's Literature, Colonial Balochistan, Yousif Aziz Magsi, Firts Short Story

استعمار اور ردِ استعمار:

استعمار کو جن لوگوں نے دانش ورانہ سطح پر واضح کیا اور اس کے خلاف آواز اٹھائی، ان میں ولادی میر لینن، فرانز فینن، ایڈورڈ سعید، نوم چومسکی، اروندھتی رائے نمایاں ہیں۔ اولذکر دونوں افراد نے استعمار کی سیاسی صورت پہ زیادہ لکھا اور اس کی سیاسی شکل و صورت کو واضح کرتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ جب کہ آخر الذکر دونوں لکھاریوں کا بنیادی میدان چوں کہ ادب تھا اس لیے انھوں نے استعمار کے ادبی پس منظر پہ زیادہ تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس ضمن میں لینن کی کتاب ”سامراج اور سامراجیت“، فینن کی کتاب ”افتادگانِ خاک“، ایڈورڈ سعید کی کتاب ”ثقافت اور سامراج“ اور نوم چومسکی کی کتاب ”نیو امریکی ورلڈ آرڈر“ میں خاصے نظری مباحث پائے جاتے

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ہیں۔انھی مباحث نے مختلف متون کو استعمار ورد استعمار بیانیوں کے تناظر میں دیکھنے کو رواج دیا اور اس کے تحت ادبی متون کو پرکھا جانے لگا۔

استعمار کی جدید شکلیں:

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ عام طور پر استعمار سے مراد بیرونی حملہ آور قوت کی لی جاتی ہے جو طاقت کے زور پر مقامی آبادی کا استحصال کرتا ہے۔ جب کہ استعمار کی کئی مزید شکلیں بھی ہیں، جن کی بہ ظاہر شکل استعماری نہیں ہوتی مگر ان کا عمل استعماری ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ داخلی اور مقامی استعمار۔اس میں مقامی استعمار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جو قوم، زبان اور ثقافت کے نام پر عام آدمی کے ساتھ استعماری انداز میں پیش آتا ہے۔ مگر چوں کہ وہ استعمار کی کلاسیکی تعریف پہ پورا نہیں اترتے، اس لیے وہ استعماری قوت کے بہ طور نہیں دیکھے جاتے۔استعمار کی یہ شکلیں اس لیے زیادہ اہم اور خطرناک ہیں کہ یہ بہ ظاہر استعماری نہیں لگتیں۔ اس لیے ان کے خلاف جدوجہد اتنی تیز نہیں ہوتی، جتنی بیرونی استعمار کے خلاف ہوتی ہے۔ اور یہی نکتہ داخلی و مقامی استعمال کو فائدہ پہنچاتا ہے۔انگریزی میں ان کے لیے Internal Imperial اور Local Imperial کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

ایڈورڈ سعید اپنی کتاب ”Culture and Imperialism“ میں امپیریل ازم یا استعمار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

> ”ہمارے دور میں بالواسطہ نوآبادیت تقریباً ختم ہو گئی ہے؛ سامراجیت جس جگہ پر موجود تھی، اب بھی وہیں جاری ہے اور یہ سیاسی، آئیڈیالوجیکل، اقتصادی اور سماجی دساتیر کے ساتھ ساتھ عمومی ثقافتی حلقے میں بھی موجود ہے۔“(1)

یعنی جدید عہد میں استعمار نے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔اسی طرح نوآبادیات اور استعمار کے فرق کو واضح کرتے ہوئے مذکورہ بالا تحریر میں ہی ایڈورڈ سعید مائیکل نے ڈوائل کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے؛

> ”نوآبادیت، دور دراز علاقوں میں بستیاں بسانا ہے، جیسا کہ مائیکل ڈوائل کہتا ہے؛ ایمپائر ایک رسمی یا غیر رسمی تعلق ہے، جس میں کوئی ریاست کسی اور سیاسی معاشرے کی مؤثر

سیاسی حاکمیت کو کنٹرول کرتی ہے۔ اسے طاقت، سیاسی گٹھ جوڑ، اقتصادی، سماجی، ثقافتی انحصاریت کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔"(2)

کنٹرول کے یہ ذرائع مقامی آبادی کے ذریعے ممکن بنائے جاتے ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی انحصاریت کو مقامی آبادی کے کچھ گروہوں کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے، یہی خاصیت استعمار کو نوآبادیت سے الگ بھی کرتی ہے اور اُس کی نسبت زیادہ خطرناک بھی بناتی ہے۔ کیوں کہ مقامی آدمی، مقامی آبادی کا حصہ ہونے کے باعث استعمار نہیں سمجھا جاتا اور اس کے استعماری رویوں پر گرفت آسان نہیں ہوتی۔ یوں بیرونی استعمار اُس کے ذریعے خود کو مضبوط بناتا ہے۔

ڈاکٹر مبارک علی اس بابت اپنے ایک مضمون "امپیریل ازم اور اس کے حامی" کے آغاز میں لکھتے ہیں؛

"امپیریل ازم چاہے نیا ہو یا پرانا، اُس وقت تک کام یاب نہیں ہوتا جب تک اسے مقبوضہ علاقوں میں تعاون کرنے والے، ساتھ دینے والے اور اس کے اقتدار کو قائم کرنے والے نہ ہوں۔ اس لیے کسی ملک پر حملے سے پہلے یا حملے کے بعد امپیریل طاقت فوری طور پر اپنے حامیوں کو تلاش کرتی ہے، اسے یہ حامی کسی نہ کسی شکل میں مل جاتے ہیں۔"(3)

اسی مضمون میں آگے چل کر وہ امپیریل ازم کے نئے چہرے کے حوالے سے لکھتے ہیں؛

"موجودہ دور میں امریکی امپیریل ازم نے ایک اور تاریخی ماڈل کو اختیار کیا ہے۔ اس میں ملک پر قبضہ کرنے کے بعد کسی ایک ایسی شخصیت یا افراد کو چنا جاتا ہے کہ جو اُن کے مفادات کے تحفظ کے لیے حکومت کو سنبھالیں۔ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک پر قبضہ نہیں اور اختیارات اس ملک کے باشندوں کے پاس ہیں، مگر درحقیقت ایسی حکومتیں اپنے عوام کے بجائے امپیریل طاقتوں کے مفادات پورے کرتی ہیں۔"(4)

اب نیو امپیریل ازم میں اس سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے ملکوں پر براہِ راست قبضے کی بجائے وہاں اپنے مقامی حامی گروہ پیدا کیے جاتے ہیں اور ان کے ذریعے اپنی امپیریل پالیسوں کو لاگو کیا جاتا ہے۔ یہ مقامی گروہ مزید دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں؛ ایک مرکزی سیاسی حکومتوں کی صورت اور دوسرے مقامی آبادی کا اعلیٰ طبقہ، جو

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

بلوچستان میں سردار، جاگیر دار اور وڈیروں کی شکل میں موجود ہے۔ یہ طبقہ اس لیے زیادہ اہم اور خطرناک ہے کہ یہ مقامی آبادی کا حصہ ہوتا ہے، ہم علاقہ، ہم زبان، ہم نسل ہوتا ہے، یہ مقامی آبادی کے حقوق کے حصول کا نعرہ لگاتا ہے لیکن دراصل یہ اندرونی استعمار کا دُم چھلا ہوتا ہے، اور اندرونی استعمار، بیرونی یا عالمی استعمار کے حکم کا غلام ہوتا ہے۔

یوں نیا استعماری نظام اب تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے؛

بیرونی استعمار، اندرونی استعمار اور مقامی استعمار۔

عوام دوست مزاحمتی ادب پہلے استعمار کی ان تینوں صورتوں کی پہچان کرواتا ہے اور پھر ان کے خلاف ردِ استعمار بیانیہ تشکیل دیتا ہے۔ ایڈورڈ سعید اور فرانز فینن جیسے لکھاریوں نے دانش ورانہ سطح پر ردِاستعمار کی تھیوری متعارف کروائی۔ جس کی روشنی میں ادبی متون کو اس پیمانے سے نظری سطح پہ پرکھنا ممکن ہوا۔ استعمار کی مختلف صورتوں کو پرکھتے ہوئے ادبی متون میں ان کی نشان دہی اور تجزیہ ہی اس کا اختصاص ہے۔

بلوچستان میں اُردو کا پہلا افسانہ اور ردِ استعماری رویے:

ردِاستعمار مطالعات کا رجحان اُردو میں تو کسی حد تک مابعد نوآبادیات کے تناظر میں پایا جاتا ہے، مگر بلوچستان کے خصوصی حوالے سے یہ اب تک ایک تشنہ موضوع ہے۔ عالمی سطح پر ایڈورڈ سعید، اقبال احمد، نوم چومسکی، اروندھتی رائے، جب کہ اردو میں ڈاکٹر ناصر عباس نیئر، ڈاکٹر فرخ ندیم ودیگر کا تحقیقی کام اس حوالے سے موجود ہے۔

اُردو ادب میں ردِ استعمار رویوں کا آغاز بعض ناقدین کے مطابق سر سید احمد خان کے زمانے میں ہی ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں ایسے فکشنی متون کا تنقیدی جائزہ لینے والے ناقدین کی بھی کمی نہیں جنھوں نے اُردو تنقید میں مابعد نوآبادیات اور ردِ استعمار مطالعات کو رواج دینے میں خاطر خواہ حصہ ڈالا ہے۔

بلوچستان میں نظری سطح پر ایسا کوئی کام اب تک نہیں ہو پایا۔ جب کہ یہاں اردو فکشن کی تخلیق کو اب لگ بھگ سو سال کا عرصہ ہونے کو ہے۔ اس دوران یہاں تقریباً دو درجن اُردو ناول اور درجنوں افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اس تخلیقی کام کو اب تک کسی نظری ڈسکورس یا تھیوری کے پس منظر میں نہیں دیکھا گیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں سندی تحقیق کا رجحان نہیں رہا اور تنقیدی رویے بھی اب تک پنپ نہیں سکے۔ تنقید کا میدان شروع سے ہی خالی رہا ہے۔ تنقید کی ضمن میں یا تو نظری تحریکوں کو زیر بحث لایا جاتا رہا ہے یا پھر تبصرہ جاتی آرا ہی سامنے آتی رہی

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ہیں، لیکن نظری ڈسکورس پر کوئی بحث نہ ہونے کی وجہ سے یہاں تنقیدی رویے جنم لے سکے، نہ تنقیدی مباحث کا سلسلہ جڑ سکا۔

حالاں کہ بلوچستان جس طرح اپنی سیاسی تاریخ میں ایک خاص مزاحمتی عنصر رکھتا ہے، بعینٰہ یہی مزاحمتی بیانیہ اس کے ادب میں بھی وجود رکھتا ہے۔ ہر نوع کے جبر کے خلاف تخلیقی مزاحمت یہاں کے ادیبوں کا خاصا رہی ہے۔ یہاں کا ادب طاقت کے اجارے پر یقین نہیں رکھتا، اور استعمار بنیادی طور پر طاقت کے تمام ذرائع پر اجارہ قائم کرتا ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے بہ قول،

> ''استعماریت طاقت کے متشددانہ اور بہیمانہ استعمال میں کوئی قباحت نہیں دیکھتی، مگر وہاں جہاں فوری سیاسی اور عسکری اہداف کا تعاقب مقصود ہو، لیکن جب دیرپا ثقافتی اہداف کا حصول پیشِ نظر ہو تو اجارہ داری کی حکمتِ عملی سے کام لیا جاتا ہے۔''(5)

اس استعماری اجارہ داری کو پہچاننا اور ادبی متن میں اس کا پردہ چاک کرتے ہوئے اسے چیلنج کرنا ہی ردِ استعمار رویہ کہلاتا ہے۔ یوں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو استعماری اجارہ داریوں کے خلاف بلوچستان کے اُردو ادب اور بالخصوص فکشن میں ایک واضح و منظم ادبی رویہ نظر آتا ہے، جس کی نیو یوسف عزیز مگسی نے ڈالی۔

یوسف عزیز مگسی (پیدائش: جنوری ۱۹۰۷ء۔ وفات: مئی ۱۹۳۵ء) کا افسانہ ''تکمیلِ انسانیت'' کو بلوچستان میں اردو کا پہلا افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ پہلی بار اس کا سراغ نام ور محقق ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے لگایا۔ وہ اپنی تصنیف ''بلوچستان میں اُردو'' میں اسے یوسف عزیز مگسی کا طبع زاد افسانہ بتاتے ہوئے اس کی اشاعت کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں؛

> ''تکمیلِ انسانیت (طبع زاد افسانہ)، از محمد یوسف علی عزیز مگسی (چار قسطیں)، مطبوعہ ''بلوچستان جدید''، کراچی، شمارے یکم مئی ۱۹۳۴ء، ۸ مئی ۱۹۳۴ء، ۱۶ مئی ۱۹۳۴ء، ۲۴ مئی ۱۹۳۴ء۔'' (6)

مگر اس کا مکمل متن ۲۰۱۷ء میں پہلی بار بلوچستان یونی ورسٹی میں قائم شدہ یوسف عزیز مگسی چیئر کے زیرِ اہتمام، چیئر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر شاہ محمد مری نے تصحیحات و توضیحات کے ساتھ شائع کروایا۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

یہ بنیادی طور پر یوسف عزیز مگسی کا نیم سوانحی خاکہ ہے۔اس لیے بعض ناقدین اسے باضابطہ افسانہ تسلیم کرنے میں تامل سے کام لیتے ہیں۔یوسف عزیز نے اس میں اپنے ابتدائی حالاتِ زندگی کو نیم افسانوی انداز میں بیان کیا ہے۔پہلی بار اس کا مکمل متن شائع کرنے والے ڈاکٹر شاہ محمد مری اس کے تعارف میں لکھتے ہیں؛

> "یہ افسانہ اُس کے بچپن سے لے کر ۱۹۲۹-۳۰ء تک کے اکیس بائیس سالوں تک کی اُس کی تعلیمی، سماجی اور سیاسی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔گو کہ اُس کی سیاست کی دل کشی اور دل پذیری بعد کے چھ سالوں (وفات: ۱۹۳۵ء) میں کھل کر سامنے آنی تھی مگر افسانے میں شروع کے اکیس برس،اس کے سیاسی خدوخال اور اس کی شخصیت کے ابھرنے اور پروان چڑھنے کے سال تھے۔" (7)

واضح رہے کہ یوسف عزیز مگسی بلوچستان کی جدید سیاسی تاریخ کے امام سمجھے جاتے ہیں۔انھوں نے انگریزی استعمار کے خلاف تحریری جدوجہد کی بنیاد رکھی۔انگریز استعمار کے خلاف "فریادِ بلوچستان" نامی مضمون لکھنے پر انھیں علاقہ بدر کر دیا گیا۔ان کے استعمار مخالف رویے کے باعث انگریز سرکار ان سے خائف رہی۔اس لیے انھیں موروثی سرداری سے بھی ہٹا دیا گیا۔کبھی جیل میں ڈالا گیا، کبھی علاقہ بدر کیا گیا تو کبھی بھاری جرمانہ عائد کیا گیا۔ان کی زیر سرپرستی شائع ہونے والے اخبارات کو بند کر دیا گیا۔جائیداد ضبط کر لی گئی۔

ان ہتھکنڈوں کے باوجود یوسف عزیز، انگریزی حکومت سمیت اس کے مقامی حواری حکم رانوں کے استعماری رویوں کے خلاف تمام عمر برسرپیکار رہے، جس کی جھلک ان کے افسانے میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

افسانے کے مرکزی کردار کا نام عزیز ہی ہے، جو علم کا شیدائی ہے مگر بہ وجوہ جدید تعلیم حاصل نہیں کر پاتا۔ البتہ جتنا علم حاصل کر پاتا ہے، اس کی بنا پر وہ اپنی قوم کا مصلح بن جاتا ہے۔اس کے اصلاحی رویے اور اقدامات سے خاندان اور سرکار بے زار آ جاتے ہیں اور مختلف حیلے بہانوں سے اسے تنگ کیا جاتا ہے۔عزیز کو سرداری اور دنیاداری سے غرض نہیں، وہ سیاسی شعور حاصل کرتا ہے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کی بدحالی پہ کڑھتا رہتا ہے، وہ ان کی قسمت بدلنا چاہتا ہے۔اُس کے اِن خیالات کو باغیانہ قرار دیتے ہوئے استعماری حکومت اسے مقامی طاقت ور سرداروں کی ملی بھگت سے جیل میں ڈال دیتی ہے۔افسانے کے آخری حصے میں عزیز خواب دیکھتا ہے کہ آسمان سے فرشتے اسے اپنے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

ساتھ لینے کو آئے ہیں۔ وہ انھیں اپنے تمام حالات بتاتا ہے اور جانے سے پہلے اُس کے ساتھ زیادتی سے پیش آنے والے اپنے بھائی اور عزیزوں کو معاف کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ وہ نہیں جانتے کہ انھوں نے کس کی منشا پر اتنی بڑی زیادتی کی ہے۔ نیز وہ خدا کے حضور اپنے بھائی اور اقارب کے لیے حق کی راہ اپنانے کی دعا کرتا ہے۔ فرشتے اسے لے کر چلے جاتے ہیں اور آسمان پہ 'تکمیلِ انسانیت' لکھا نظر آتا ہے۔

یوں تو بنیادی طور پر مجموعی لحاظ سے یہ ایک اصلاحی کہانی ہے۔ مگر ۹ حصوں پر مشتمل اس کہانی میں یوسف عزیز مگسی کا ردِ استعمار رویہ اپنا جلوہ دِ کھاتا نظر آتا ہے۔ افسانے کے پانچویں حصے کا آغاز وہ اس منظر سے کرتے ہیں:

> ''دسمبر کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اخباری دنیا میں ہلچل مچی ہوتی ہے۔ 'انڈین نیشنل کانگریس کا چوالیسواں اجلاس لاہور میں منعقد ہو گا' کے عنوان موٹی قلم سے چھاپے جاتے ہیں۔ ہر ایک حریت کا شیدائی ہمہ تن انتظار اور شمولیت کے لیے تیار ہے۔ بھلا یہ وقت عزیز احمد کے لیے گھر بیٹھنے کا کہاں۔ ملوکیت پرست احباب کے نشیب و فراز سمجھانے کے باوجود ۲۴ دسمبر کو لاہور روانہ چل پڑے۔'' (8)

اور آگے لکھتے ہیں:

> ''دوسرے دن ایک مقامی اخبار میں عزیز احمد کے نام سے ایک آرٹیکل شائع ہوا، جس میں قوم کو ہدایت تھی کہ نعرہ اللہ اکبر سے استعمار پسندی کی زنجیریں جھٹک کر پھینک دو۔'' (9)

آگے وہ لاہور میں اپنی سرگرمی، اخبار میں مضمون لکھنے سمیت سیاسی خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور انگریزی استعمار کی جانب سے ریاست قلات کے مقرر کیے گئے کٹھ پتلی وزیر اعظم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''الغرض وہ ایک ایسی طاغوتی قوت کے اوتار تھے جس کی مثال دنیا کو پیدا کرنا تقریباً دشوار ہے۔ چوں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے بڑے خیر خواہ تھے اور ریاست کی تمام پیداوار ان کی خوشنودی مزاج پر صرف کی جاتی تھی، اس لیے پبلک کی چیخ و پکار' واویلا کے باوجود زیادہ مضبوط پوزیشن حاصل کرتے گئے۔ تعلیم صرف پرائمری تک محدود تھی۔ مگر مشہور ہے

روپیہ قاضی الحاجات ہے،اس لیے تمام برٹش پولیٹیکل آفیسر ان کے اس عیب کو نظر انداز کیے جاتے ہیں۔"(10)

مضمون کی ابتدامیں جدید استعماری قوتوں کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی جن تین پرتوں کا ذکر کیا گیا تھا، ان میں ایک اندرونی اور ایک مقامی استعمار بھی شامل ہے۔ بیرونی استعمار اپنی وضع قطع کے باعث نہ صرف مقامی آبادی کے لیے اجنبی ہوتا ہے بل کہ قبضہ گیر ہونے کے باوصف مقامی آبادی کی نفرت کا نشانہ بھی بنتا ہے۔اس لیے مقامی سطح پر قبولیت پانے کو یہ استعمار مقامی لالچی افراد کو اپنے حق میں استعمال کرتا ہے، جو مختلف تاویلات کے ذریعے استعمار کے قبضے کو درست ثابت کر کے رائے عامہ ہم وار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بیرونی استعمار سے مستفید بھی ہوتے ہیں۔ یہ چوں کہ مقامی لوگ ہوتے ہیں اور مقامی ثقافت و زبان کا استعمال کرتے ہیں، اس لیے عام آدمی ان کے نرغے میں آجاتا ہے۔

نوم چومسکی کے بہ قول،

"مقامی اتحادیوں اور فوجوں کا سہارا لے کر عوام پر قابو پانا ایک روایتی ہتھکنڈہ ہے۔ تاریخ میں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں۔" (11)

ایک زیرک لکھاری استعمار کے اس حربے کو جانتے ہوئے، اس کے مقامی دلال کو بے نقاب کرتا ہے۔ یوں نہ صرف اس مقامی کردار کی غداری بل کہ استعمار کی چال بھی عوام پر واضح ہو جاتی ہے۔ یوسف عزیز نے اپنے افسانے کے مذکورہ اقتباس میں دراصل یہی کارنامہ انجام دیا ہے۔اس نے نہ صرف انگریزی استعمار کا چہرہ واضح کیا بل کہ اس کے مقامی دلال کا کردار بھی کھل کر بیان کر دیا۔

مذکورہ بالا اقتباس کے پہلے حصے میں وہ بتاتا ہے کہ ایک باشعور فرد اپنے اردگرد کے حالات سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ حریت پسند انسان کو جبر کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز میں اپنی آواز ملانی چاہیے اور عوام کے حق میں کھل کر بولنا چاہیے۔اسی طرح اقتباس کے دوسرے حصے میں وہ انگریزی استعمار کو 'طاغوتی قوت' قرار دیتے ہوئے اس کے مقامی دلال کا اصل چہرہ واضح کرتا ہے۔ افسانے میں گو کہ آگے چل کر انگریز استعمار کی جانب سے اسے جیل میں ڈالنے اور اس کی جائیداد کی غیر منصفانہ تقسیم کا بھی ذکر آتا ہے، مگر مذکورہ بالا اقتباس میں ہی ہم ایک باشعور ادیب کا ردِ

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

استعماری رویہ دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح لکھنے والا بہ ظاہر ایک اصلاحی کہانی میں بھی استعمار کے خلاف نفرت ابھار سکتا ہے۔ برطانوی حکومت کو طاغوتی قوت قرار دیتے ہوئے اور اس کی جانب سے تھوپی گئی مقامی قیادت کی نااہلی بیان کر کے دراصل یوسف عزیز نے برٹش گورنمنٹ کے استعماری عزائم اور رویوں کا پردہ چاک کیا ہے۔

واضح رہے کہ انگریزوں نے اُس زمانے میں شمس شاہ کے نام سے ایک غیر مقامی شخص کو قلات اسٹیٹ کا وزیر اعظم مقرر کر رکھا تھا، مقامی سرداروں کی اکثریت اس کی اور انگریزی حکومت کی کاسہ لیس تھی۔ یوسف عزیز اور ان کے ساتھیوں نے انگریزی حکومت اور اس کے مقامی حواریوں کے خلاف اُس زمانے میں سیاسی جدوجہد شروع کر رکھی تھی۔ یوسف عزیز مگسی اور عبدالعزیز کرد کا مشترکہ طور پر لکھا ہوا پمفلٹ ''شمس گردی'' اس زمانے میں مقبول ہوا تھا، جس میں سر شمس شاہ کی بے اعتدالیوں کو واضح کرتے ہوئے اس کے خلاف چارج شیٹ پیش کی گئی تھی۔

یوسف عزیز مگسی نے اپنے مذکورہ افسانے میں مرزا آفتاب احمد کے نام سے ایک کردار تراشا ہے جو دراصل اسی شمس شاہ کے کردار کی ہو بہو عکاسی کرتا ہے۔ افسانے کے ساتویں حصے میں وہ اس کردار کا خلاصہ اس طرح پیش کرتے ہیں؛

> ''مرزا آفتاب احمد چیف کمشنر ریاست جبل پور، نام کو تو صرف چیف کمشنر تھا مگر اصلیت میں تو والئی ریاست بھی وہ تھا اور مجسٹریٹ بھی۔ پولیٹیکل ایجنٹ اس کے اشارے پر ناچتے تھے۔ ان کی سخت گیری کی وجہ سے اب تک ریاست میں کسی قسم کی تحریک نے جنم نہ لیا تھا۔ پبلک جلسہ تو کجا، دس بیس کی مجلس میں بھی اگر کوئی ملکی اصطلاحات اور موجودہ نقائص کا ذکر غلطی سے کر بیٹھتا تو بے مقدمہ چلائے سالوں تک جیل کی چکی پیسیتا۔ ویسے تو ریاستیں اکثراً قانون وانصاف سے مستثنیٰ سمجھی جاتی ہیں مگر جس قسم سے قانون وانصاف کا خون اس ریاست میں بالخصوص مرزا آفتاب احمد کی حکومت میں ہوتا رہتا تھا، اس کی مثال دنیا کے کسی گوشے میں نہ ملے گی۔ عوام کو تعلیم سے دانستہ بے خبر رکھا گیا۔ تمام ریاست میں تلاش کرنے پر چند گنتی کے پرائمری پاس ملیں گے، اس لیے اس ریاست میں مارشل لا جاری تھا۔'' (12)

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

اس نسبتاً طویل اقتباس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ مصنف نے سادہ بیانیے کے ذریعے بیرونی استعمار کا اصل چہرہ دکھاتے ہوئے اندرونی استعمار کی چیرہ دستیوں سمیت مقامی استعمار کا کردار بھی واضح کر دیا ہے۔ ساتھ ہی اُس زمانے کے بلوچستان (ریاست کلات) کا سیاسی، سماجی اور علمی منظر نامہ بھی بیان کر دیا ہے۔ اس ایک پیرا گراف کے ذریعے مندرجہ ذیل نکات قاری پر واضح ہوتے ہیں؛

الف: انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کا اصل چہرہ اس کا مقرر کردہ ریاست جبل پور کا چیف کمشنر مرزا آفتاب احمد تھا، جو کلات کا مقامی باشندہ بھی نہیں، جس کا اندازہ اُس کی کنیت 'مرزا' سے لگایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ یہ اُس وقت کے ریاست کلات میں انگریز کے مقرر کردہ وزیر اعظم شمس شاہ کا کردار ہے۔ شمس شاہ کا تعلق پنجاب کے علاقہ گجرات سے تھا۔ گویا وہ بیرونی استعمار کا مقرر کردہ اندرونی نمائندہ تھا۔

ب: 'اصلیت میں وہ والئی ریاست بھی تھا'، یہ کہہ کر دراصل مصنف نے اُس وقت کے خان کلات کا مذاق اڑایا ہے، جو کہنے کو ریاست کلات کا والی تھا اور انگریز کا مقرر کردہ وزیر اعظم اس کے زیر نگیں تھا۔ مگر حالت یہ تھی کہ خان کلات میر محمود خان کو ریاست کے انتظامی امور میں کوئی دخل حاصل نہ تھا، وہ انگریز کے ساتھ اپنے اندرونی معاملات کے لیے بھی شمس شاہ کا محتاج تھا۔ خانِ کلات محض کٹھ پتلی مقامی استعماری نمائندہ بن کر رہ گیا تھا۔ جس کی تصویر یوسف عزیزؔ ہمیں مذکورہ اقتباس کے ذریعے دکھاتے ہیں۔

ج: ریاست کلات میں سیاسی سرگرمیوں پہ مکمل پابندیاں تھیں، شمس شاہ اس حوالے سے ایک جابر حکم ران تھا، جس کا نقشہ محولا بالا اقتباس میں یوسف عزیز نے مرزا آفتاب احمد کے کردار کے ذریعے خوب کھینچا ہے اور ریاست کا عصری سیاسی منظر نامہ چند سطروں میں بیان کر دیا ہے۔

د: اسی طرح آخری سطروں میں ریاست میں تعلیم کی صورت حال بھی بتائی گئی ہے۔ استعماری قوتوں کو سب سے زیادہ خوف علم کے پھیلاؤ سے ہوتا ہے۔ اس لیے اول تو وہ علم کے ذرائع پر پابندی لگائے رکھتے ہیں، اور اگر تعلیم دی بھی جائے تو اسے استعمار اور استعماری پالیسیوں کے حق میں ترتیب دیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس صورت حال کو مصنف مارشل لا سے تعبیر کرتا ہے، جو اس کی علمی و سیاسی بصیرت کا ثبوت ہے۔

ہ: 'ویسے توریاستیں اکثراً قانون وانصاف سے مستثنیٰ سمجھی جاتی ہیں'، محولا بالا پیرا گراف کی اس ایک سطر میں فاضل مصنف کا سیاسی شعور اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔مارکسی نکتہ ءنظر کے تحت ریاست کو بورژوا طبقے کے مفادات کا نگہبان سمجھا جاتا ہے۔اس لیے کمیون ازم کی حتمی منزل ایک ایسا غیر طبقاتی سماج ہے، جہاں ریاست کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور پرولتاریہ کمیون طرز کی زندگی گزارنے لگتے ہیں۔یوسف عزیز مگسی اوراُن کے رفقا کمیونسٹ خیالات سے نہ صرف متاثر رہے بل کہ اپنے دیس میں اس کی عملی تعبیر کے لیے عملاً بھی کوشاں رہے۔اس پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ فقرہ اُن کے سیاسی خیالات کی بھرپور عکاسی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

الغرض اس ایک پیرا گراف میں یوسف عزیز نے کردار نگاری سمیت مجموعی صورت حال کی شان دار عکاسی کی ہے۔جس سے قاری کے سامنے استعمار کی تمام شکلیں اوران کا کردار کھل کر سامنے آتا ہے۔

واضح رہے کہ انگریزی استعمار نے یوسف عزیز کے باغیانہ افکار سے خائف ہو کر انھیں موروثی سرداری سے بے دخل کر کے ان کے درویش مزاج بھائی گل زیب مگسی کو ان کی جگہ سردار مقرر کر دیا تھا۔گل زیب مگسی فارسی،اُردو کے قادرالکلام شاعر تھے،موسیقی کا بھی زبردست ذوق رکھتے تھے مگر قبیلے کے سیاسی و سماجی امور سے یکسر نابلد تھے۔اس لیے وہ یہ بارِ گراں اٹھانے میں ناکام رہے۔یوسف نے افسانے میں نواب اشفاق احمد کے کردار کے ذریعے ان کا بھی نقشہ خوب کھینچا ہے۔مگر یہ نکتہ قابلِ ذکر ہوگا کہ افسانے کے آخری حصے میں وہ نواب اشفاق احمد (گل زیب مگسی) سمیت انھیں تکلیف پہنچانے والے تمام اقارب کے لیے خیر کی دعا مانگتے ہیں۔حتیٰ کہ ان پر تمام استعماری ہتھکنڈے آزمانے والے اور جیل میں ڈالنے والے مرزا آفتاب احمد (شمس شاہ) کے لیے بھی وہ دعا گو ہوتے ہیں۔فرشتے جب جیل میں عزیز احمد کو لینے آتے ہیں اور اسے مرزا آفتاب احمد سمیت نواب اشفاق احمد کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مژدہ سناتے ہیں تو عزیز احمد ان سے کہتا ہے؛

> ''مرزا آفتاب احمد بنی آدم کی حیثیت سے میرے بھائی ہیں۔مجھے اُن سے کسی قسم کی کدورت ورنجش نہیں۔واللہ باللہ میں اس کی بربادی کا خواہاں نہیں۔میں اس کو عقوبت کے شکنجے میں گرفتار دیکھنا نہیں چاہتا،بل کہ میں اس کی ہدایت کا منتظر ہوں۔'' (13)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

بہ ظاہر یہ ایک تضاد یا فکری تناقض نظر آتا ہے کہ کچھ دیر پہلے جس کردار کو شیطان صفت بتا کر اس کی مذمت کی جا رہی تھی، اب مصنف اسے بنی آدم کی حیثیت سے اپنا بھائی بتاتا ہے، اس کی بربادی کا خواہاں نہیں اور اس کی ہدایت کا منتظر ہے، بجا طور پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر مصنف چاہتا کیا ہے؟

آیئے اس جواب کے لیے خطے کے ایک معاصر مزاحمتی ادیب کی رائے سے رجوع کرتے ہیں۔ سرائیکی و اُردو کے معروف شاعر، ادیب جناب رفعت عباس سے طویل مکالمہ کرنے والے منور آکاش نے ایک جگہ ان سے پوچھا کہ آپ کی شاعری میں حملہ آوروں کو معاف کر دینے کا عندیہ موجود ہے، یہ مفاہمت کیا ہے؟ اس کے جواب میں رفعت عباس نے جو فرمایا، وہ ایک آفاقی فکر کا پرتو ہے اور قلمی مزاحمت کا باوقار ردِ عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں؛

> "مقامیت کسی بند راستے یا گلی کا نام نہیں۔ یہ اپنی مونجھ (افسردگی) کے پاتال میں اترنے یا اپنی ہی بھول بھلیوں میں بھی کھو جانے کا نام نہیں۔ مقامیت مسلسل مکالمہ ہے۔ اپنی ہمسایہ اقوام اور جگ جہان کے ساتھ ڈائیلاگ ہے۔" (14)

یوسف عزیز مگسی بھی استعمار مخالف، مقامیت پسند ادیب و انسان تھے۔ رفعت عباس کے الفاظ میں، ان کی مقامیت کسی بند گلی یا اپنی ہی بھول بھلیوں میں کھو جانے کا نام نہ تھی۔ ان کی مقامیت مسلسل مکالمے سے عبارت تھی۔ وہ تحریر و تقریر کے آدمی تھے۔ اپنی مختصر عمر میں وہ مسلسل لکھتے اور بولتے رہے۔ اخبارات چھاپتے رہے، مضامین لکھتے رہے، کانفرنسیں کرتے رہے، قرار دادیں پاس کرتے رہے، سیاسی جلسے جلوس کرتے رہے، اور ان ہی مقصد کے لیے شاعری بھی کی، فکشن بھی لکھا، عوام کے حق میں لکھا، استعمار مخالف لکھا۔ ان کا متعین کردہ طرز ہی آگے چل کر بلوچستان کے اُردو فکشن میں ردِ استعمار رویے کی صورت سامنے آیا۔

یوسف عزیز مگسی کے بلوچستان میں اس اولین اُردو افسانے کا یہ تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ ردِ استعمار مطالعہ دراصل استعمار مخالف ہوتا ہے، انسان مخالف نہیں۔

حوالہ جات

1۔ ایڈورڈ سعید، ثقافت اور سامراج، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء)، ترجمہ: یاسر جواد، ص ۲۳

2۔ ایضاً، ص ۲۲

3۔ مبارک علی، تاریخ کی آگہی، (لاہور: فکشن ہاؤس، اشاعتِ سوم ۲۰۲۱ء)، ص ۷۰

4۔ ایضاً، ص ۷۲

5۔ ناصر عباس نیر، ثقافتی شناخت اور استعماری اجارہ داری، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص ۳۰

6۔ انعام الحق کوثر، بلوچستان میں اُردو، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول ۱۹۸۶ء)، ص ۵۱۵

7۔ یوسف عزیز مگسی، تکمیلِ انسانیت، (کوئٹہ: یوسف عزیز مگسی چیئر، جامعہ بلوچستان، ۲۰۱۷ء)، ص ۲

8۔ ایضاً، ص ۹

9۔ ایضاً، ص ۹

10۔ ایضاً، ص ۱۰

11۔ نوم چومسکی، ریاستی دہشت گردی، مترجم: عامر اعجاز بٹ (لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ص ۴۸

12۔ یوسف عزیز مگسی، تکمیلِ انسانیت، (کوئٹہ: یوسف عزیز مگسی چیئر، جامعہ بلوچستان، ۲۰۱۷ء)، ص ۱۳

13۔ ایضاً، ص ۱۶

14۔ رفعت عباس، مقامی آدمی کا موقف، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء)، مرتبہ: منور آکاش، ص ۳